Allama Iqbal Open University AIOU BS Islamic Studies solved assignments no 2 Autumn 2025 Code 1961 Methodologies and Modes of Tafseer

سوال نمبر *1*

مشہور فقہی مذاہب کے ظہور کے وقت تفسیری ادب کی خصوصیات تحریر کیجیے اور فقہی رجحان پر لکھی جانے والی تفاسیر اور ان کے مؤلفین کی فہرست مرتب کیجیے۔

فقہی مذاہب کے ظہور کا تاریخی و علمی پس منظر

اسلام کے ابتدائی دور میں قرآنِ مجید کی تفہیم براہِ راست نبی کریم ﷺ کی تعلیمات، آپؐ کی سنت اور صحابۂ کرامؓ کے فہم پر قائم تھی۔ جیسے جیسے اسلامی ریاست پھیلتی گئی، نئے علاقے، نئی تہذیبیں، نئے سماجی و قانونی مسائل سامنے آئے۔ ان مسائل کے حل کے لیے قرآن و سنت سے احکام کے استنباط کی ضرورت بڑھتی چلی گئی۔ یہی وہ دور تھا جس میں **فقہ اسلامی** نے ایک منظم علم کی صورت اختیار کی اور رفتہ رفتہ فقہی مذاہب وجود میں آئے۔

دوسری اور تیسری صدی ہجری کو فقہی مذاہب کے ظہور کا سنہری دور کہا جاتا ہے۔ اس دور میں امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ جیسے عظیم فقہاء نے فقہ کے اصول مرتب کیے۔ چونکہ فقہ کی بنیاد قرآنِ مجید پر ہے، اس لیے فقہی مذاہب کے قیام کے ساتھ ہی قرآن کی ایسی تفاسیر کی ضرورت محسوس ہوئی جو **آیاتِ احکام** کی وضاحت کریں۔ یوں تفسیری ادب میں ایک نمایاں **فقہی رجحان** پیدا ہوا۔

فقہی مذاہب کے ظہور کے وقت تفسیری ادب کی عمومی خصوصیات

1. قرآن کو قانونِ حیات کے طور پر پیش کرنا

اس دور کی تفاسیر میں قرآن کو صرف اخلاقی یا روحانی کتاب نہیں بلکہ ایک مکمل **قانونی اور سماجی ضابطہ** سمجھا گیا۔ مفسرین نے آیات سے براہِ راست عملی احکام اخذ کیے۔

2. آیاتِ احکام پر غیر معمولی توجہ

نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، نکاح، طلاق، وراثت، بیع، اجارہ، حدود، قصاص اور تعزیرات سے متعلق آیات تفسیری مباحث کا مرکز بنیں۔ بعض تفاسیر تو مکمل طور پر آیاتِ احکام کے گرد گھومتی ہیں۔

3. حدیث و سنت کا مضبوط استعمال

فقہی تفسیری ادب میں قرآن کی تفسیر قرآن سے، حدیث سے، اور آثارِ صحابہ و تابعین سے کی گئی۔ کسی آیت کا حکم بیان کرتے وقت متعلقہ احادیث کا ذکر لازمی سمجھا گیا۔

4. صحابہ و تابعین کے فتاویٰ کا حوالہ

چونکہ صحابہؓ قرآن کے اولین مخاطب تھے، اس لیے ان کے فتاویٰ کو فقہی تفاسیر میں سند کی حیثیت حاصل رہی۔ تابعین کے اقوال بھی کثرت سے نقل کیے گئے۔

5. اختلافِ فقہاء کا بیان اور تقابلی انداز

ایک ہی آیت سے مختلف فقہی نتائج اخذ کیے گئے۔ مفسرین نے مختلف فقہی مذاہب کی آراء نقل کر کے دلائل کے ساتھ ان کا موازنہ کیا۔

6. اصولِ فقہ کا اطلاق

قیاس، اجماع، استحسان، مصالح مرسلہ اور سدِ ذرائع جیسے اصولوں کو آیات کی تفسیر میں بروئے کار لایا گیا۔

7. عربی زبان، لغت اور نحو پر زور

فقہی حکم کے درست استنباط کے لیے لفظ کے لغوی معنی، صیغہ، ترکیب اور اسلوب پر تفصیلی بحث کی گئی۔

8. مسلکی رنگ کا ظہور

اگرچہ علمی دیانت برقرار رہی، مگر ہر مفسر کی تفسیر میں اس کے فقہی مسلک کی جھلک نمایاں دکھائی دیتی ہے۔

9. قضا و افتاء کی عملی ضرورت

یہ تفاسیر صرف نظری نہیں تھیں بلکہ قاضیوں، مفتیوں اور حکمرانوں کے لیے عملی رہنمائی فراہم کرتی تھیں۔

10. فقہ اور تفسیر کا امتزاج

یہ دور فقہ اور تفسیر کے باہمی ربط کا بہترین نمونہ پیش کرتا ہے جہاں دونوں علوم ایک دوسرے سے جدا نظر نہیں آتے۔

مختلف فقہی مذاہب اور ان کے تفسیری رجحانات

فقہ حنفی اور تفسیری ادب

فقہ حنفی میں قیاس، رائے اور استدلال کو خاص مقام حاصل ہے۔ اسی وجہ سے حنفی تفاسیر میں عقلی بحث، اصولی دلائل اور فقہی استنباط نمایاں ہے۔ آیاتِ احکام کی تشریح میں قیاس کو اہم ذریعہ بنایا گیا۔

فقہ مالکی اور تفسیری ادب

فقہ مالکی میں عملِ اہلِ مدینہ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ مالکی تفاسیر میں سماجی روایات، عرف اور عملی زندگی کے پہلوؤں پر زور دیا گیا۔

فقہ شافعی اور تفسیری ادب

فقہ شافعی نص اور حدیث پر مضبوط اعتماد رکھتی ہے۔ شافعی مفسرین نے آیات کی تشریح میں حدیث اور لغوی تحقیق کو مرکزی حیثیت دی۔

فقہ حنبلی اور تفسیری ادب

فقہ حنبلی میں حدیث اور آثار پر سختی سے عمل کیا گیا۔ حنبلی تفاسیر میں نص کی ظاہری دلالت پر زیادہ زور ہے۔

فقہی رجحان پر لکھی جانے والی مشہور تفاسیر اور ان کے مؤلفین

حنفی فقہی تفاسیر

1. **احکام القرآن** – امام ابو بکر الجصاص

2. **تفسیر روح المعانی (فقہی مباحث)** – علامہ آلوسی

3. **احکام القرآن** – امام کیسان

مالکی فقہی تفاسیر

4. **احکام القرآن** – امام ابن العربی

5. **الجامع لأحکام القرآن** – امام قرطبی

شافعی فقہی تفاسیر

6. **احکام القرآن** – امام شافعی

7. **تفسیر البحر المحیط** – ابو حیان اندلسی

8. **تفسیر ابن کثیر (آیاتِ احکام)** – حافظ ابن کثیر

حنبلی و دیگر تفاسیر

9. **تفسیر طبری (فقہی مباحث)** – امام طبری

10. **فتح القدیر** – امام شوکانی

فقہی تفاسیر کی علمی و تہذیبی اہمیت

فقہی رجحان پر لکھی جانے والی تفاسیر نے اسلامی قانون کو مضبوط بنیاد فراہم کی۔ انہی تفاسیر کی روشنی میں فقہی مذاہب مرتب ہوئے، قضا کا نظام قائم ہوا، اور اسلامی معاشرہ ایک منظم قانونی ڈھانچے میں ڈھلا۔

فقہی تفسیری ادب کے اثرات

- اسلامی فقہ کی تدوین
- فقہی مذاہب کا استحکام
- اختلافِ فقہاء کو علمی انداز میں محفوظ کرنا
- قرآن فہمی میں عملی زاویہ پیدا کرنا
- امت کو شرعی مسائل میں رہنمائی فراہم کرنا

مجموعی تجزیہ

مشہور فقہی مذاہب کے ظہور کے وقت تفسیری ادب محض علمی مشق نہیں تھا بلکہ اسلامی معاشرے کی عملی ضرورت تھا۔ فقہی رجحان پر لکھی جانے

والی تفاسیر نے قرآنِ مجید کو ایک زندہ اور قابلِ عمل کتاب ثابت کیا، جس کی رہنمائی ہر دور اور ہر معاشرے کے لیے مؤثر رہی۔

سوال نمبر 2

مندرجہ ذیل پر نوٹ لکھیے۔

(الف) تفسیرِ اشاری کے مقبول ہونے کی شرائط

(ب) قرآن کے ظاہر و باطن کا مفہوم اور حکم

(الف) تفسیرِ اشاری کے مقبول ہونے کی شرائط

تفسیرِ اشاری کا تعارف

تفسیرِ اشاری قرآنِ مجید کی تفسیر کا وہ انداز ہے جس میں آیاتِ قرآنیہ کے **باطنی، روحانی اور اشاراتی معانی** بیان کیے جاتے ہیں۔ اس طرزِ تفسیر میں آیت کے ظاہری معنی کو برقرار رکھتے ہوئے اس کے اندر پوشیدہ روحانی اشاروں، اخلاقی نکات اور قلبی اسرار کو بیان کیا جاتا ہے۔ یہ اسلوب زیادہ تر **صوفیہ، اہلِ سلوک اور باطنی علوم سے وابستہ علماء** کے ہاں رائج رہا ہے۔

تفسیرِ اشاری کا مقصد قرآن کے ظاہری احکام کو رد کرنا نہیں بلکہ ان کے ساتھ ساتھ **تزکیۂ نفس، اصلاحِ باطن اور روحانی ارتقا** کے پہلوؤں کو واضح کرنا ہے۔

تفسیرِ اشاری کے مقبول ہونے کی بنیادی شرائط

1. تفسیرِ ظاہری سے عدمِ تصادم

تفسیرِ اشاری کی سب سے اہم شرط یہ ہے کہ اس کا بیان کردہ باطنی مفہوم قرآن کے ظاہری معنی، شریعت کے مسلمہ اصولوں اور قطعی احکام کے خلاف نہ ہو۔ اگر کوئی اشاری معنی ظاہرِ قرآن سے ٹکراتا ہو تو وہ مردود سمجھا جاتا ہے۔

2. شریعت کی پابندی

اشاری تفسیر پیش کرنے والا مفسر شریعتِ اسلامیہ کا پابند ہو۔ نماز، روزہ، حلال و حرام اور دیگر شرعی احکام سے انحراف کرنے والا شخص اگرچہ اشاری معانی بیان کرے، اس کی تفسیر قابلِ قبول نہیں ہوتی۔

3. قرآن و سنت کی روشنی میں ہونا

اشاری مفہوم ایسا ہو جس کی تائید کسی نہ کسی درجے میں قرآن کی دیگر آیات یا احادیثِ نبویہ سے ہوتی ہو۔ محض ذاتی خیال یا وجدانی کیفیت کو قرآن کی طرف منسوب کرنا درست نہیں۔

4. عربی زبان کے دائرے میں ہونا

اشاری معنی عربی لغت، اسلوبِ قرآن اور عربی زبان کے قواعد سے بالکل

باہر نہ ہوں۔ ایسا مفہوم جو لفظ کے کسی بھی لغوی یا سیاقی پہلو سے مطابقت نہ رکھتا ہو، معتبر نہیں سمجھا جاتا۔

5۔ اہلِ تقویٰ و معرفت کا بیان ہونا

تفسیرِ اشاری صرف ان اہلِ علم کی قابلِ قبول ہوتی ہے جو تقویٰ، علم، زہد، ورع اور معرفت میں معروف ہوں۔ صوفیہ کے نزدیک اشاراتِ قرآنیہ دل کی پاکیزگی کے نتیجے میں منکشف ہوتے ہیں۔

6۔ باطنی معنی کا ظاہری معنی کے تابع ہونا

باطنی معنی کبھی بھی ظاہری معنی کو منسوخ یا غیر مؤثر قرار نہ دے۔ اصل بنیاد ہمیشہ ظاہرِ قرآن ہوتا ہے، جبکہ باطن اس کی تکمیل اور توضیح کرتا ہے۔

7۔ دعویٰ کے بجائے احتمال

اشاری مفسر اپنے بیان کردہ مفہوم کو قطعی اور حتمی قرار نہیں دیتا بلکہ اسے ایک روحانی اشارہ یا احتمال کے طور پر پیش کرتا ہے۔

8. بدعت اور گمراہی سے پاک ہونا

اگر اشاری تفسیر کسی بدعت، غلو یا عقیدے کی خرابی کا سبب بنے تو وہ ناقابلِ قبول سمجھی جاتی ہے۔

9. علمائے امت کی عمومی تائید

وہ اشاری تفاسیر زیادہ مقبول ہوئیں جنہیں جلیل القدر علماء نے کلیتاً رد نہیں کیا بلکہ حدود کے اندر درست تسلیم کیا، جیسے امام غزالی، امام قشیری، امام ابن تیمیہ (حدود کے ساتھ) اور شاہ ولی اللہ دہلوی۔

10. عملی اصلاح اور اخلاقی تربیت کا مقصد

تفسیرِ اشاری کا مقصد نفس کی اصلاح، اخلاق کی بہتری اور روح کی پاکیزگی ہو، نہ کہ محض فلسفیانہ موشگافی یا باطنی دعویٰ۔

(ب) قرآن کے ظاہر و باطن کا مفہوم اور حکم

قرآن کے ظاہر کا مفہوم

قرآن کے **ظاہر** سے مراد وہ معنی ہیں جو:

- عربی زبان کے قواعد کے مطابق ہوں
- آیت کے الفاظ سے براہِ راست سمجھے جا سکیں
- جن پر شریعت کے احکام، عقائد اور قوانین کی بنیاد ہو

مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ، نکاح، طلاق، حلال و حرام اور حدود سے متعلق آیات کا ظاہری مفہوم ہی شریعت میں معتبر اور قابلِ عمل ہے۔

قرآن کے ظاہر کا حکم

- ظاہرِ قرآن پر ایمان لانا فرض ہے
- احکامِ شرعیہ کا دارومدار ظاہر پر ہے
- قضا، افتاء اور فقہ کی بنیاد ظاہر پر قائم ہے
- ظاہر کو چھوڑ کر محض باطن پر عمل کرنا گمراہی ہے

قرآن کے باطن کا مفہوم

قرآن کے **باطن** سے مراد وہ معانی ہیں جو:

- الفاظ کے اندر پوشیدہ ہوں
- براہِ راست حکم کے بجائے اخلاقی، روحانی یا اصلاحی پہلو رکھتے ہوں
- غور و فکر، تدبر اور صفائے قلب سے منکشف ہوں

مثلاً جہاد کی آیات میں نفس کے خلاف جہاد، ہجرت میں گناہوں کو چھوڑنے کا مفہوم، اور نور کی آیات میں ہدایتِ قلب کا تصور۔

قرآن کے باطن کا حکم

- باطنی معانی کو تسلیم کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ وہ ظاہر کے خلاف نہ ہوں
- باطن ظاہری احکام کی جگہ نہیں لے سکتا
- باطن کا تعلق زیادہ تر تزکیہ، اخلاق اور روحانی تربیت سے ہے
- باطنی معانی سے انکار مطلقاً درست نہیں، مگر ان کو اصل شریعت بنانا بھی جائز نہیں

ظاہر و باطن میں توازن

اسلام میں قرآن کے ظاہر اور باطن کے درمیان **توازن** مطلوب ہے۔

- ظاہر کے بغیر باطن بے بنیاد ہے
- باطن کے بغیر ظاہر خشک اور بے روح ہو سکتا ہے

اسی توازن کو علماء نے یوں بیان کیا کہ:

"ظاہر شریعت ہے اور باطن حقیقت، اور حقیقت شریعت کے بغیر ناقص ہے"۔

اہلِ سنت کا معتدل موقف

اہلِ سنت والجماعت کا موقف یہ ہے کہ:

- قرآن کا ظاہر اصل ہے
- باطن اس کی تکمیل ہے
- دونوں میں تضاد نہیں بلکہ ہم آہنگی ہے
- تفسیرِ اشاری جائز ہے مگر حدود کے اندر

تاریخی تناظر

صوفیہ کرام نے قرآن کے باطنی پہلوؤں کو اجاگر کیا، جبکہ فقہاء نے ظاہری احکام کو محفوظ رکھا۔ یوں امت کو **قانون بھی ملا اور روح بھی**۔

خلاصۂ بحث

تفسیرِ اشاری اسی وقت مقبول اور معتبر ہوتی ہے جب وہ شریعت، ظاہرِ قرآن اور اصولِ اسلام کے تابع ہو۔ قرآن کا ظاہر اور باطن دونوں حق ہیں، مگر عمل، حکم اور قانون کی بنیاد ظاہر پر ہے، جبکہ باطن دلوں کی اصلاح اور روحوں کی تربیت کا ذریعہ ہے۔

سوال نمبر 3

معتزلہ کے اصول بیان کرتے ہوئے ان کی نمائندہ تفاسیر پر مفصلاً روشنی ڈالیے۔

معتزلہ کا تعارف اور فکری پس منظر

معتزلہ اسلامی فکر کا وہ مکتبِ فکر ہے جو دوسری صدی ہجری میں بصرہ میں وجود میں آیا۔ اس کی نسبت عام طور پر واصل بن عطا (م 131ھ) کی طرف کی جاتی ہے جنہوں نے اپنے استاد حسن بصریؒ کے درس سے علیحدگی اختیار کی، اسی نسبت سے انہیں "معتزلہ" کہا گیا۔ معتزلہ نے اسلامی عقائد کی تشریح میں **عقل** کو غیر معمولی اہمیت دی اور نصوصِ شرعیہ کی تعبیر عقل کے مطابق کرنے کی کوشش کی۔ یہی فکری رجحان ان کی تفسیری روایت میں بھی پوری شدت کے ساتھ نمایاں نظر آتا ہے۔

معتزلہ کا دور عباسی خلافت کے ابتدائی زمانے سے گہرا تعلق رکھتا ہے، جب یونانی فلسفہ، منطق اور عقلی علوم کے تراجم ہو رہے تھے۔ اس علمی فضا میں معتزلہ نے دین کو عقلی بنیادوں پر ثابت کرنے کی سعی کی اور قرآنِ مجید کی تفسیر میں بھی اسی عقلی طرزِ فکر کو اپنایا۔

معتزلہ کے بنیادی اصول (*اصولِ خمسہ*)

معتزلہ کے عقائد کی بنیاد پانچ مشہور اصولوں پر قائم ہے، جنہیں **اصولِ خمسہ** کہا جاتا ہے۔ یہی اصول ان کی تفسیری سوچ کی بنیاد بھی بنتے ہیں۔

1. توحید

معتزلہ توحید کے معاملے میں انتہائی سخت موقف رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی ذات بالکل واحد ہے اور اس کی صفات کو ذات سے جدا ماننا شرک کے قریب ہے۔

اسی وجہ سے معتزلہ:

- صفاتِ الٰہیہ کی تاویل کرتے ہیں
- اللہ کے لیے ہاتھ، چہرہ، عرش پر بیٹھنے جیسے الفاظ کو مجازی معنوں میں لیتے ہیں

تفسیری اعتبار سے یہ اصول انہیں آیاتِ صفات میں **تاویلی تفسیر** پر آمادہ کرتا ہے۔

2. عدل

عدل معتزلہ کا نہایت اہم اصول ہے۔ ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ عادل ہے اور بندوں پر ظلم کا تصور محال ہے۔

اس اصول کے تحت:

- انسان اپنے افعال میں خود مختار ہے
- گناہ اور ثواب کا حقیقی ذمہ دار انسان خود ہے

تفسیری سطح پر اس اصول کا اثر یہ ہے کہ معتزلہ ان آیات کی ایسی تعبیر کرتے ہیں جن میں تقدیر، قضا یا اللہ کی مشیت کا ذکر ہو، تاکہ انسانی اختیار محفوظ رہے۔

3. الوعد والوعید

اس اصول کے مطابق اللہ تعالیٰ اپنے وعدے اور وعید کو لازماً پورا کرتا ہے۔

معتزلہ کے نزدیک:

- کبیرہ گناہ کرنے والا اگر توبہ نہ کرے تو ہمیشہ جہنم میں رہے گا

تفسیری طور پر یہ اصول عذاب اور مغفرت سے متعلق آیات کی سخت تعبیر کی صورت میں سامنے آتا ہے۔

4. المنزلة بين المنزلتين

یہ اصول کبیرہ گناہ کے مرتکب کے بارے میں ہے۔

معتزلہ کے نزدیک:

- کبیرہ گناہ کرنے والا نہ مومن ہے نہ کافر بلکہ ایک درمیانی حالت میں ہے

تفسیری لحاظ سے اس اصول کا اطلاق ایمان و کفر سے متعلق آیات میں نمایاں ہوتا ہے۔

5. الامر بالمعروف والنہی عن المنکر

معتزلہ اس اصول کو صرف اخلاقی نہیں بلکہ عملی اور سیاسی ذمہ داری سمجھتے ہیں۔

ان کے نزدیک:

- برائی کو روکنے کے لیے طاقت کا استعمال بھی جائز ہے

تفسیری ادب میں یہ اصول سماجی اور سیاسی آیات کی تعبیر پر اثر انداز ہوتا ہے۔

معتزلہ کی تفسیری فکر کی نمایاں خصوصیات

عقل کو نقل پر فوقیت

معتزلہ کے نزدیک اگر عقل اور ظاہرِ نص میں تعارض ہو تو نص کی تاویل کی جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تفاسیر میں عقلی دلائل، منطقی استدلال اور فلسفیانہ بحثیں کثرت سے ملتی ہیں۔

آیاتِ صفات کی تاویل

جہاں قرآن میں اللہ کی صفات کا ذکر تشبیہ یا تجسیم کے احتمال کے ساتھ آیا ہے، وہاں معتزلہ نے مجازی معنی اختیار کیے۔

معجزات کی عقلی توجیہ

معتزلہ بعض معجزات کی ایسی تعبیر کرتے ہیں جو عقل کے قریب ہو، اگرچہ وہ معجزات کے منکر نہیں ہوتے۔

حدیث کے استعمال میں احتیاط

معتزلہ حدیث کو قبول تو کرتے ہیں مگر عقل کے معیار پر پرکھنے کے بعد، اسی لیے ان کی تفاسیر میں احادیث کا استعمال محدود ہے۔

فلسفیانہ اسلوب

ان کی تفسیری تحریروں میں منطق، جدلیات اور فلسفیانہ اصطلاحات نمایاں ہیں۔

معتزلہ کی نمائندہ تفاسیر

1. تفسیر الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل

مصنف: امام جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری (م 538ھ)

یہ معتزلی فکر کی سب سے مشہور اور مؤثر تفسیر ہے۔

خصوصیات:

- اعلیٰ درجے کی لغوی، نحوی اور بلاغی بحث
- آیاتِ صفات کی معتزلی تاویلات
- عقل پر مبنی استدلال
- ادبی حسن اور زبان کی فصاحت

الکشاف کو اہلِ سنت کے علماء نے بلاغت کے اعتبار سے سراہا مگر عقائد کے باب میں اس پر تنقید بھی کی، حتیٰ کہ بعد کے علماء نے اس پر حواشی لکھے تاکہ معتزلی اثرات کی اصلاح کی جا سکے۔

2. تفسیر عبد الجبار

مصنف: قاضی عبد الجبار بن احمد (م 415ھ)

یہ تفسیر مکمل صورت میں محفوظ نہیں مگر اس کے اقتباسات معتزلی فکر کی عکاسی کرتے ہیں۔

خصوصیات:

- اصولِ خمسہ کی واضح ترجمانی
- عدل اور انسانی اختیار پر زور
- عقل کو بنیاد بنا کر آیات کی تعبیر

3. تفسیر ابو مسلم اصفہانی

مصنف: ابو مسلم محمد بن بحر اصفہانی (م 322ھ)

یہ تفسیر بھی مکمل حالت میں دستیاب نہیں مگر:

- نظمِ قرآن پر خاص توجہ
- آیات کے باہمی ربط کی وضاحت
- عقلی استدلال کا نمایاں استعمال

4. معتزلی تفسیری آثار اور رسائل

معتزلہ کے کئی مفسرین نے مکمل تفاسیر کے بجائے جزوی تفسیری رسائل لکھے جن میں مخصوص آیات یا موضوعات کی عقلی تشریح کی گئی۔

اہلِ سنت کا معتزلہ کی تفاسیر پر موقف

اہلِ سنت والجماعت نے معتزلہ کی تفاسیر سے:

- لغوی و بلاغی فوائد حاصل کیے
- مگر ان کے عقلی غلو اور تاویلات کو رد کیا

اسی لیے کہا جاتا ہے کہ:

"الکشاف لغت میں امام ہے اور عقیدے میں محتاط مطالعے کا محتاج"۔

معتزلہ کی تفسیری روایت کے اثرات

- قرآن فہمی میں عقلی اسلوب کا فروغ
- بلاغی اور ادبی تفسیر کی ترقی
- بعد کے مفسرین کے لیے علمی چیلنج
- تفسیری مباحث میں مناظرانہ انداز کا اضافہ

مجموعی جائزہ

معتزلہ نے قرآنِ مجید کی تفسیر میں عقل کو مرکزی حیثیت دے کر ایک منفرد تفسیری روایت قائم کی۔ ان کے اصولِ خمسہ نے ان کی تفسیری تعبیرات کو گہرے طور پر متاثر کیا۔ اگرچہ ان کی بعض آراء اہلِ سنت کے عقائد سے متصادم ہیں، مگر علمی، ادبی اور بلاغی لحاظ سے ان کی تفاسیر اسلامی علوم میں ایک اہم مقام رکھتی ہیں۔

سوال نمبر 4

فلاسفہ کی تفسیر کے بارے میں ڈاکٹر محمد حسین ذہبی کا موقف بیان کرتے ہوئے ابنِ سینا کی تفسیر کا تجزیہ کیجیے۔

فلاسفہ کی تفسیر کا تعارف اور پس منظر

اسلامی علوم کی تاریخ میں قرآنِ مجید کی تفسیر مختلف فکری زاویوں سے کی گئی۔ ان زاویوں میں فقہی، کلامی، صوفیانہ، لغوی اور فلسفیانہ رجحانات شامل ہیں۔ **فلاسفہ کی تفسیر** سے مراد وہ طرزِ تفسیر ہے جس میں قرآنِ مجید کی آیات کو فلسفیانہ اصولوں، عقلی مباحث، مابعد الطبیعات *(Metaphysics)*، منطق اور یونانی فلسفے کے افکار کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

اسلامی فلسفہ خصوصاً فارابی، ابنِ سینا اور ابنِ رشد کے ذریعے فروغ پایا۔ ان فلاسفہ نے عقل کو علم کا اعلیٰ ترین ذریعہ قرار دیا اور وحی کی تعبیر میں فلسفیانہ اصولوں کو بنیاد بنایا۔ یہی رجحان قرآن کی تفسیر میں بھی نمایاں ہوا، جس پر بعد کے علماء نے شدید تنقید بھی کی۔

ڈاکٹر محمد حسین ذہبی کا تعارف

ڈاکٹر محمد حسین ذہبی *(م 1977ء)* علومِ قرآن اور تفسیر کے ممتاز محقق ہیں۔ ان کی شہرۂ آفاق تصنیف **"التفسیر والمفسرون"** قرآن کی تفسیری تاریخ پر ایک مستند علمی ماخذ سمجھی جاتی ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے تفاسیر کو مختلف رجحانات میں تقسیم کر کے ان کا تنقیدی جائزہ پیش کیا ہے، جن میں فلسفیانہ تفسیر بھی شامل ہے۔

فلاسفہ کی تفسیر کے بارے میں ڈاکٹر ذہبی کا موقف

1. فلسفیانہ تفسیر کی بنیادی خامی

ڈاکٹر ذہبی کے نزدیک فلسفیانہ تفسیر کی سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ اس میں **فلسفہ کو قرآن پر حاکم بنا دیا جاتا ہے**، حالانکہ درست منہج یہ ہونا چاہیے کہ قرآن کو اصل اور فلسفے کو تابع رکھا جائے۔

2. وحی کے مقابلے میں عقل کی بالادستی

ڈاکٹر ذہبی کے مطابق فلاسفہ عقل کو وحی پر ترجیح دیتے ہیں۔ اگر قرآن کا کوئی ظاہری مفہوم فلسفیانہ اصولوں سے مطابقت نہ رکھتا ہو تو وہ آیت کی تاویل کر دیتے ہیں، جو تفسیر کے درست اصولوں کے خلاف ہے۔

3. آیاتِ غیبیات کی فلسفیانہ تاویل

ڈاکٹر ذہبی اس بات پر زور دیتے ہیں کہ فلاسفہ نے ملائکہ، وحی، جنت، جہنم، معاد اور قیامت جیسے غیبی موضوعات کو محض عقلی اور علامتی مفاہیم تک محدود کر دیا، جس سے قرآن کا اصل عقیدہ مجروح ہوتا ہے۔

4. فلاسفہ کی تفسیر کو مکمل تفسیر نہ ماننا

ڈاکٹر ذہبی کے نزدیک فلسفیانہ تفاسیر درحقیقت **قرآن کی تفسیر نہیں بلکہ قرآن پر فلسفے کی تطبیق** ہیں۔ اسی لیے وہ انہیں تفسیری ادب کا جزوی اور غیر معیاری نمونہ قرار دیتے ہیں۔

5. اہلِ سنت کے منہج سے انحراف

ڈاکٹر ذہبی کے مطابق فلاسفہ کی تفسیر نہ صحابہ کے منہج پر ہے، نہ تابعین کے، اور نہ ہی سلف صالحین کے طرز پر، اس لیے اسے قابلِ اعتماد تفسیری منہج تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

ابنِ سینا کا تعارف

ابو علی حسین بن عبداللہ ابنِ سینا (م 428ھ) اسلامی فلسفے کا عظیم ترین نام ہے۔ مغرب میں انہیں *Avicenna* کہا جاتا ہے۔ وہ فلسفہ، طب، منطق، طبیعیات اور مابعد الطبیعات کے ماہر تھے۔ اگرچہ ابنِ سینا نے باقاعدہ مکمل تفسیرِ قرآن

نہیں لکھی، لیکن ان کی متعدد تصانیف میں قرآنی آیات کی **فلسفیانہ تشریحات** ملتی ہیں۔

ابنِ سینا کے تفسیری رجحان کی بنیاد

1. عقلِ فعال کا نظریہ

ابنِ سینا کے نزدیک وحی دراصل عقلِ فعال سے انسانی عقل کا اتصال ہے۔ اس نظریے کی بنا پر وہ وحی اور نبوت کی تعبیر فلسفیانہ انداز میں کرتے ہیں، جو روایتی اسلامی عقیدے سے مختلف ہے۔

2. وحی کی تاویل

ابنِ سینا کے نزدیک وحی کوئی خارجی آواز یا فرشتہ نہیں بلکہ نبی کے قوی تخیل اور عقل کی اعلیٰ سطح کا نتیجہ ہے۔ یہی تصور ان کی تفسیری آراء میں جھلکتا ہے۔

3. ملائکہ کی فلسفیانہ تعبیر

ابنِ سینا فرشتوں کو مجرد عقلی قوتیں *(Intelligences)* قرار دیتے ہیں، نہ کہ نورانی مخلوق جیسا کہ اسلامی عقیدہ ہے۔

ابنِ سینا کی تفسیر کا تجزیہ

1. آیاتِ وحی کی تشریح

ابنِ سینا وحی سے متعلق آیات کی ایسی تشریح کرتے ہیں جس میں نبوت ایک عقلی و نفسیاتی تجربہ بن کر رہ جاتی ہے، نہ کہ اللہ کی جانب سے براہِ راست پیغام۔

2. معاد اور آخرت کا تصور

ابنِ سینا جسمانی حشر کے بجائے روحانی معاد کے قائل ہیں۔ اس بنا پر وہ جنت و جہنم کی آیات کو علامتی اور تمثیلی معنی میں لیتے ہیں، جسے ڈاکٹر ذہبی سخت تنقید کا نشانہ بناتے ہیں۔

3. معجزات کی تاویل

ابنِ سینا معجزات کو یا تو طبیعی قوانین کے تحت ممکن قرار دیتے ہیں یا انہیں تخیلی و نفسیاتی اثرات کا نتیجہ بتاتے ہیں، جس سے معجزے کا خرقِ عادت پہلو کمزور ہو جاتا ہے۔

4. قصصِ قرآنی کی فلسفیانہ تعبیر

ابنِ سینا بعض قرآنی قصوں کو تاریخی واقعات کے بجائے اخلاقی اور تمثیلی حکایات کے طور پر دیکھتے ہیں، جو روایتی تفسیر کے خلاف ہے۔

ڈاکٹر ذہبی کی ابنِ سینا پر تنقید

1. ابنِ سینا قرآن کو فلسفے کے تابع کر دیتے ہیں

2. ان کی تشریحات سلف کے فہم سے مطابقت نہیں رکھتیں

3. غیبی حقائق کو عقلی علامتوں میں بدل دینا درست نہیں

4. ان کا منہج تفسیر سے زیادہ فلسفیانہ تطبیق ہے

ڈاکٹر ذہبی کے مطابق ابنِ سینا کی آراء کو تفسیرِ قرآن نہیں بلکہ **فلسفیانہ فکر کا اظہار** سمجھنا چاہیے۔

فلاسفہ کی تفسیر کے اثرات

- اسلامی فکر میں عقل و نقل کے مباحث کو فروغ
- متکلمین اور فلاسفہ کے درمیان علمی مناظرے
- اہلِ سنت کی جانب سے تفسیری اصولوں کی مزید وضاحت
- فلسفیانہ رجحان کے رد میں روایتی تفسیر کا استحکام

مجموعی تجزیہ

ڈاکٹر محمد حسین ذہبی کے نزدیک فلاسفہ کی تفسیر ایک محدود اور غیر محفوظ منہج ہے، کیونکہ اس میں قرآن کو فلسفیانہ اصولوں کے مطابق ڈھالنے

کی کوشش کی جاتی ہے۔ ابنِ سینا کی تفسیری آراء اگرچہ عقلی اعتبار سے منظم اور فکری طور پر گہری ہیں، مگر قرآنی نصوص، اسلامی عقائد اور سلف کے فہم سے ہم آہنگ نہیں۔ اسی لیے اہلِ سنت کے علماء نے ان کی تفسیر کو قبول کرنے کے بجائے اسے تنقیدی نگاہ سے دیکھا اور تفسیر کے دائرے سے خارج قرار دیا۔

سوال نمبر 5

تفسیر کے علمی اور الحادی رجحان کا مفہوم، علماء کا ان کے بارے میں موقف اور ان کی نمائندہ کتب تحریر کیجیے۔

تفسیر میں رجحانات کا عمومی تعارف

قرآنِ مجید کی تفسیر ہر دور میں اس زمانے کے فکری، علمی اور تہذیبی حالات سے متاثر رہی ہے۔ جیسے جیسے انسانی علوم ترقی کرتے گئے، قرآن کو سمجھنے کے لیے نئے زاویے سامنے آئے۔ ان زاویوں میں بعض ایسے تھے جو قرآن کے فہم میں معاون ثابت ہوئے، جبکہ بعض ایسے بھی تھے جنہوں نے قرآنی نص کو اس کے اصل مقصد سے ہٹانے کی کوشش کی۔ انہی میں **علمی رجحان** اور **الحادی رجحان** نمایاں ہیں۔ دونوں رجحانات بظاہر عقل اور علم کا سہارا لیتے ہیں، مگر ان کے مقاصد، حدود اور نتائج ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔

تفسیر کا علمی رجحان

علمی رجحان کا مفہوم

تفسیر کا علمی رجحان اس طرزِ تفسیر کو کہا جاتا ہے جس میں قرآنِ مجید کی آیات کو **سائنس، کائنات، فطرت، تاریخ اور تجرباتی علوم** کی روشنی میں سمجھنے اور واضح کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس رجحان کے حامل مفسرین کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ قرآن کو جدید ذہن کے لیے قابلِ فہم بنایا جائے اور یہ دکھایا جائے کہ قرآن کسی بھی دور کے علم سے متصادم نہیں بلکہ اس کی رہنمائی کرتا ہے۔

علمی رجحان یہ دعویٰ کرتا ہے کہ قرآن چونکہ اللہ کا کلام ہے، اس لیے اس میں کائنات کے وہ حقائق موجود ہیں جنہیں جدید سائنس اب دریافت کر رہی ہے۔

علمی رجحان کے اسباب

1. جدید سائنسی ترقی اور مغربی علوم کا غلبہ
2. مسلمانوں میں احساسِ کمتری کا پیدا ہونا
3. مستشرقین کے اعتراضات کا جواب دینے کی کوشش

4. قرآن کو جدید ذہن کے قریب لانے کی خواہش

5. دین اور سائنس میں ہم آہنگی ثابت کرنے کا جذبہ

علمی رجحان کی نمایاں خصوصیات

1. کائناتی آیات کی سائنسی تعبیر

2. فلکیات، طب، حیاتیات اور طبیعیات سے مثالیں

3. قرآن کو سائنسی نظریات کے مطابق سمجھنے کی کوشش

4. معجزات کی عقلی و سائنسی توجیہ

5. قدیم تفسیری روایات سے جزوی انحراف

علمی رجحان پر علماء کا موقف

مثبت پہلو

علماء کے نزدیک اگر:

- سائنسی معلومات کو **بطور معاون** استعمال کیا جائے
- قرآن کے ظاہر اور قطعی مفہوم کو برقرار رکھا جائے
- سائنس کو قرآن پر حاکم نہ بنایا جائے

تو یہ رجحان قابلِ قبول ہے۔

امام رازی، شاہ ولی اللہ دہلوی اور بعض معاصر علماء نے اعتدال کے ساتھ علمی اشارات کو تسلیم کیا ہے۔

منفی پہلو

علماء نے اس رجحان پر درج ذیل اعتراضات کیے:

1. سائنس تغیر پذیر ہے، قرآن قطعی ہے
2. ہر سائنسی نظریہ دائمی نہیں ہوتا
3. قرآن کو سائنسی کتاب بنا دینا درست نہیں
4. غیر ثابت نظریات کو قرآن پر منطبق کرنا خطرناک ہے

علامہ شاطبی، ڈاکٹر محمد حسین ذہبی اور شیخ ابن عثیمین نے علمی رجحان کے غلو سے سختی سے منع کیا ہے۔

علمی رجحان کی نمائندہ کتب

1. **الجواہر فی تفسیر القرآن** – طنطاوی جوہری
2. **تفسیر المنار** – امام محمد عبدہ و رشید رضا
3. **القرآن والعلوم الحدیثہ** – عبد الرزاق نوفل

4. **الاعجاز العلمی فی القرآن** – زغلول نجار

5. **تفسیر فی ظلال القرآن (جزوی علمی اشارات)** – سید قطب

تفسیر کا الحادی رجحان

الحادی رجحان کا مفہوم

تفسیر کا الحادی رجحان وہ خطرناک طرزِ فکر ہے جس میں قرآنِ مجید کی آیات کو **وحی، معجزہ، غیب اور نبوت کے تصور سے خالی کر کے** محض انسانی، تاریخی یا سماجی دستاویز بنا دیا جاتا ہے۔ اس رجحان کا مقصد قرآن پر ایمان مضبوط کرنا نہیں بلکہ اس کی **الوہی حیثیت کو مشکوک بنانا** ہوتا ہے۔

الحادی رجحان عقل، تاریخ اور جدید تنقیدی نظریات کی آڑ میں دراصل دین کی بنیادوں کو کمزور کرتا ہے۔

الحادی رجحان کے اسباب

1. مغربی مادہ پرستانہ فلسفہ

2. مستشرقین کی فکری یلغار

3. وحی اور معجزے کا انکار

4. مذہب کو نجی معاملہ بنانے کی کوشش

5. سیکولر اور لادینی نظریات

الحادی رجحان کی نمایاں خصوصیات

1. وحی کے بجائے انسانی شعور پر زور

2. معجزات کی مکمل نفی

3. غیبی حقائق کی علامتی تعبیر

4. قرآن کو تاریخی متن قرار دینا

5. سنت اور حدیث کا انکار یا تحقیر

الحادی رجحان پر علماء کا موقف

علماءِ امت نے الحادی تفسیر کو **سختی سے مردود** قرار دیا ہے کیونکہ:

- یہ قرآن کی الوہیت کا انکار ہے
- یہ ایمان کی بنیادوں کو منہدم کرتی ہے
- یہ سلف کے منہج سے مکمل انحراف ہے

امام غزالی، ابن تیمیہ، شاہ ولی اللہ، علامہ اقبال، مولانا مودودی اور ڈاکٹر محمد حسین ذہبی نے الحادی رجحان کو فکری گمراہی قرار دیا ہے۔

ڈاکٹر ذہبی کے مطابق:

"الحادی تفسیر، تفسیر نہیں بلکہ قرآن کی تحریفِ معنوی ہے"۔

الحادی رجحان کی نمائندہ کتب

1۔ **القرآن والقرآن (تاریخی تعبیر)** – بعض مستشرقین

2۔ **محمد، مکہ اور قرآن** – مغربی مستشرقانہ فکر

3۔ **اسلامیات جدیدہ** – لادینی تعبیرات

4۔ بعض جدید سیکولر مصنفین کی قرآنی تشریحات

(نوٹ: یہ کتب علمی حوالے سے جانی جاتی ہیں، مگر دینی اعتبار سے ناقابلِ قبول سمجھی جاتی ہیں)

علمی اور الحادی رجحان میں بنیادی فرق

پہلو	**علمی رجحان**	**الحادی رجحان**
مقصد	قرآن کی حقانیت واضح کرنا	قرآن کی الوہیت پر سوال
وحی	تسلیم شدہ	مشکوک یا منکر
معجزات	سائنسی توجیہ	انکار
علماء کا موقف	مشروط قبولیت	مکمل رد
نتیجہ	فکری افادیت یا خطرہ	عقیدے کی تباہی

مجموعی جائزہ

تفسیر کا علمی رجحان اگر حدود کے اندر رہے تو قرآن فہمی میں معاون ثابت ہو سکتا ہے، لیکن اگر اسے مطلق معیار بنا لیا جائے تو یہ نقصان دہ بن جاتا ہے۔ اس کے برعکس تفسیر کا الحادی رجحان سراسر گمراہی، تحریف اور دین دشمنی پر مبنی ہے، جسے علماءِ امت نے ہر دور میں رد کیا ہے۔ قرآن کی صحیح تفسیر وہی ہے جو **ایمان، وحی، سنت اور سلف کے منہج** کے مطابق ہو، نہ کہ محض عقل یا مادہ پرستی کی بنیاد پر۔